مولوی محمد عبدالرحمٰن البازی

دنیائے علم کا مینار

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی طیب اللہ آثارہ

(آخری قسط)

حضرت شیخؒ کی شہرت عالم اسلام کے کونے کونے میں پھیل چکی تھی۔ تشنگان علم دور دور سے اپنی علمی پیاس بجھانے آپ کے پاس آتے تھے۔ ١٩٧١ء میں مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ کی درخواست پر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور تقریباً اٹھائیس سال تک اس مسند پر فائز رہے۔ مولانا رسول خانؒ نے اپنی زندگی میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک نوجوان، متورع، متقی اور علم کا پہاڑ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جملے کی لاج محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کی صورت میں لاکر رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ محدث اعظم مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کو علمی حسن کیساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب نوازا تھا۔ دراز قد، خوبصورت جسامت، کشادہ پیشانی، گھنگریالے سر کے بال، سفید رنگ میں سرخی کے آثار، روشن آنکھیں، پرنور چہرہ، آنکھیں حیاء سے ہمیشہ جھکی رہتیں، چلتے تو آپ کے چلن سے وقار ٹپکتا، آپ کا ہر قدم ہمیشہ فلاح کیلئے اٹھا، مسکراتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے خزاں میں بہار آگئی ہو...... آپ نے علم حاصل کیا تو اسے عمل کے نام چڑھادیا، جرأت کے اسباق ازبر کئے تو اسے صداقت کے حوالے کردیا، آپ کا ہر بول اسلام اور پاکستان کیلئے تھا۔ آپکی ہر بات امانت اور دیانت کی امین تھی۔ آپکی انگلیوں کی پوریں کلام پاک اور احادیث مبارکہ کے ہر صفحے کی آیت سے مسئلہ کا حل تلاش کرکے اٹھتی تھیں...... محفل میں کیا آتے...... روشنی آجاتی......

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وضع قطع انوکھی تھی کرتا لمبا، بہت ہی لمبا، سر پر سنت کے مطابق عمامہ اور اس کے اوپر بڑا سا سفید رومال، کرتے کے کھلے آستین اور خاص طرز کی بناوٹ، یہ افغانی سرداروں کا سا لباس تھا۔ اس لباس میں حضرت شیخؒ قدیم عرب عالم نظر آتے تھے۔ اس سادگی لباس پر ان کے پختہ علم و عمل و تقویٰ نے لفظ "الشیخ" کا لقب اوڑھ کر انہیں اہل اسلام کیلئے مثل شجر سایہ دار بنادیا تھا۔ متانت، سنجیدگی، تحمل اور قوت ارادی یہ سب چیزیں حضرت شیخؒ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ سنجیدگی ایسی

کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ سے مرعوب ہو جاتا تھا۔ متانت اور تحمل ایسا کہ علمی مسئلے پر مخالف سے مخالف آدمی آجائے اور آپ کے سامنے بات کرتا تو آپ تحمل کیساتھ اسکی بات سنتے اور پھر دلائل کیساتھ اس کا جواب دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف آپکی مجلس میں بیٹھنے کے بعد قائل ہو جاتا۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں میں عزت عطا فرمائی۔ آپ کی زندگی بڑی مجاہدانہ تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت شیخؒ اپنی استقامت کے حوالے سے اس طرح سربلند ہوئے۔ انہوں نے قرآن وحدیث سے جو ناطہ جوڑا تھا' آخر دم تک اس کیلئے زندہ رہے' وہ علم وعمل کے مجاہد تھے...... خدا کے دین کیلئے زندہ رہے...... خدا کے دین کو پھیلانے کیلئے ہی لڑتے رہے۔ آپ نے جس طور کل عالم کی فضاؤں کو علمی وروحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے حجاج بن یوسف کے "دست جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے: "کہ سعید بن جبیرؒ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔ نیز امام احمد حنبلؒ کا ارشاد نقل کیا ہے: "سعید بن جبیرؒ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدث اعظم شیخ الشیوخ العلامہ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے۔ اہل دانش کو ان کے فہم وتدبر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت وزعامت کے حاجتمند تھے' انکی تنہا ذات سے دین وخیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلاء کو پُر کرنے سے قاصر رہیگی۔ اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندے محمد عربی ﷺ سے محبت وعقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درس حدیث میں یا گھر میں نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کا ذکر فرماتے تو رقت طاری ہو جاتی اور آواز بند ہو جاتی۔ اپنی کاپی میں بطور خاص یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

سنا ہے قبر میں دکھلاتے ہیں شبیہ نبیؐ اجل کا اس لیے ہم انتظار کرتے ہیں

جمعہ کی رات گھر پر طلباء کرام کیساتھ مجلس ہوتی جس میں حضرت شیخؒ طلباء کا قہوہ کیساتھ اور دیگر ہدایا کیساتھ اکرام کرتے' مجلس کے آخر میں نعتیں پڑھی جاتیں' جونہی نعت شروع کی جاتی۔ حضرت شیخؒ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں' آنسوؤں کا ایک نہ رکنے والا سیلاب ہوتا جو سخت سے سخت دل کو بھی تڑپا جاتا۔

مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری زندگی میں کسی کو مت بتلانا مجھے ہفتہ میں کئی مرتبہ محبوب خدا ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ہر سال عمرے پر جانے کا معمول تھا۔ وہاں آب زمزم سے سر مبارک کو دھوتے اور پھر واپس تشریف لانے کے بعد پورا سال سر پر صابن نہیں ملتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی گلیوں کی خاک سر پر پڑی ہو گی، کہیں وہ برکات وانوارات مفقود نہ ہو جائیں۔ یہ انکی محبت وعقیدت کا ایک انداز تھا۔ شاید یہ اسی محبت وعقیدت کا نتیجہ تھا جس کے طفیل اللہ رب کائنات نے سینکڑوں کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، جو دین کی سربلندی کا ذریعہ ہیں اور ان کیلئے صدقہ جاریہ۔ ایک مرتبہ مولانا سعید احمد خان صاحبؒ (جو کہ رائے ونڈ کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے) کی رہائش گاہ واقع مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے، احقر بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ کا ہی رہائشی تھا) آیا اور آتے ہی والد ماجد محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ سے کہنے لگا کہ حضرت مجھے معاف کر دیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی! کیا ہوا؟ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کر دیں، والد ماجدؒ نے فرمایا کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجے میں والد صاحبؒ نے فرمایا: اچھا بھائی معاف کیا۔ اب بتلاؤ! وہ کہنے لگا: "کچھ دن پہلے ہم کچھ ساتھی بیٹھے آپ کا ذکر کر رہے تھے، آپ کے علم وعمل کی باتیں ہو رہی تھیں، میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لیے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم ہوا کہ پھٹا پرانا لباس ہو گا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہو گا۔ اتفاق سے ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں آپکی زیارت بھی ہو گئی تو آپ کا جب جبہ مبارک دیکھا، سر پر پگڑی اور اس کے اوپر رومال (آپ کا یہ سادا سا لباس ہوتا تھا جو آپ پر بہت سجتا تھا) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا، جس سے میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہو گئی۔ رات کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: "یا نبی اللہؐ! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں۔ فرمایا نبی پاکؐ نے: "تم ہمارے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔ میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، فرمایا کہ جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کہ میں کافی دنوں سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ آج معلوم ہوا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں۔ تو معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ والد صاحبؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو بچوں کیطرح پھوٹ

پھوٹ کر رو پڑے۔ عشق نبی ﷺ سے لبریز نبی کریم ﷺ کی مدح میں کافی کتابیں لکھیں جن میں سے درود شریف کی ایک کتاب

"البرکات المکیہ" ہے جس میں آپ نے حبیب خدا ﷺ کے آٹھ سو سے زائد اسمائے مبارکہ کو مستند احادیث مبارکہ کی کتابوں سے کافی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا (اس کتاب کو بطور حاجات پوری دنیا میں لوگ پڑھتے ہیں۔ اکثریت بتلاتی ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب پہنچی انہوں نے اسکے واضح فوائد محسوس کئے) یہ آپکی نبی کریم ﷺ سے عشق کی انتہا کی واضح دلیل ہے۔ اور بھی متعدد ایسے واقعات ہیں جن سے آپکی دیوانگی کی حد تک نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ آج جب کبھی میں یادوں کے دریچوں کو کھول کر انکی باوقار زندگی کے بارے میں سوچتا

ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ انکی زندگی کی مشابہت رحمۃ للعالمین ﷺ کی حیات مبارکہ سے کافی حد تک ہوتی ہے اور پھر موت بھی اس دن نصیب ہوئی جس روز نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے، یعنی سوموار کے روز، یقیناً یہ انکی سرور دو عالم ﷺ سے محبت و عقیدت کا نتیجہ تھا۔

حضرت شیخؒ کو "ریحان" ("نیازبو" یہ ایسا پودا ہے کہ جس کے سبز پتوں سے خوشبو آتی ہے) کے پودے سے بہت محبت تھی، کیونکہ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق یہ پودا "جنت کے پودوں میں سے ایک پودا ہے"۔ اس حدیث کی رو سے آپ اس پودے کو پسند فرماتے تھے۔ گھر میں بھی ریحان لگایا ہوا تھا جو کافی سرسبز و شاداب تھا۔ جب بھی آپ درس حدیث کیلئے تشریف لے جاتے تو اس پودے سے خوشبودار پتا توڑ کر سونگھتے ہوئے جاتے (آپ ہمیشہ ایک سے زیادہ پتا نہ توڑتے، فرماتے کہ یہ پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں)۔ حضرت شیخؒ کے انتقال کے فوراً بعد میری اس سرسبز و شاداب "ریحان" پر نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ پودا تیزی سے مرجھانا شروع ہو گیا ہے، شاید! یہ پودا حضرت شیخؒ کے فراق میں پریشان و گریاں تھا۔ اسکی "نظر" میں انتقال شیخ کے بعد اب شام و سحر کا پہلا رنگ نہ رہا۔ ایک دو دن کے اندر وہ پودا بالکل مرجھا کر خشک ہو گیا۔ ایک ولی اللہ محدث کبیر حبیب اللہ سے پودے کا یہ عشق کتنا مبارک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پودے اور پرندے وغیرہ بھی اولیاء اللہ کو جانتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ والد ماجدؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب "ترغیب المسلمین" میں حضرت سفیان ثوریؒ کا ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک بلبل پالی ہوئی تھی جو حضرت سفیان کے انتقال کے بعد بڑی مغموم رہتی اور حضرتؒ کی قبر پر بڑی اداسی کی حالت میں جایا کرتی۔ ایک دن لوگوں نے اس غمگین بلبل کو سفیانؒ

کی قبر کے پاس مردہ پاکر اسے سفیان ثوریؒ کے ساتھ انکی قبر میں یا ان کے پہلو میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ میں اکثر سوچا کرتا کہ یہ کیسے مبارک انسان ہوں گے کہ جن کی جدائی کے غم میں پرندے بھی جانیں دے رہے ہیں۔ مگر اس کا چشم دید مشاہدہ والد محترمؒ کے وصال کے بعد ہوا کہ کس طرح یہ جان رکھنے والے پودے ان کے فراق کے غم میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور مرقد اطہر کی مٹی سے خوشبو جاری ہو رہی ہے۔

کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اہل اللہ و صالحین سے محبت کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں (آمین)۔ ۱۹۔ اکتوبر بروز سوموار فضا میں صبح سے ہی افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت شیخؒ نے حسب معمول عشق خداوندی سے سرشار نماز عصر کیلئے وضو فرمایا......

کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کچھ دیر بعد کیا قیامت آنے والی ہے؟ حضرت شیخؒ نماز کیلئے تشریف لے گئے...... کون جانتا تھا کہ حضرت شیخؒ اپنے آخری سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں...... پھر کبھی واپس نہ آنے کیلئے...... دوران نماز دل کا دورہ پڑا۔ نماز کے بعد دعا بھی ہو چکی مگر حضرت شیخؒ بدستور حالت تشہد میں بیٹھے رہے، کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس عظیم المرتبت و جلیل القدر علمی شخصیت سے کچھ پوچھ سکے۔ میرے بڑے بھائی محمد زبیر آگے بڑھے اور خیریت پوچھی تو ان کی گود میں آرام سے گر پڑے، اور کلمہ شریف اور اللہ، اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ طلباء سے بھی فرماتے رہے کہ سورۃ اخلاص، درود شریف اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر مجھ پر دم کرو۔ یہ جملہ بھی آپ کی زبان پر رہا:

"الٰهی انا عبدک الضعیف" یعنی اے اللہ! میں آپ کا کمزور بندہ ہوں۔ فی الفور حضرت شیخؒ کو ہسپتال لے جایا گیا، راستے میں بھی کلمہ شریف زبان پر رہا۔ اپنے ہمراہ آنے والوں کو بھی کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ ان کے درس حدیث کے شوق کی انتہا تھی کہ حالت نزع میں بھی کلمہ طیبہ پڑھنے کا درس دے رہے تھے۔

مگر آہ! ہسپتال میں...... منتوں اور مرادوں سے مانگا ہوا...... اور معرفت و آگہی کے ساتھ پالا ہوا یہ درویش صفت انسان اور اس صدی کا عظیم مجتہد قرآن و حدیث سے وفا کی رسم نباہ کر رب کائنات کو پکارتا ہوا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔ جس وقت جسد خاکی ایمبولینس کے ذریعہ جامعہ پہنچی۔ اس عظیم و قیامت خیز سانحہ کے ساتھ ساتھ وہ منظر بھی بھلائے نہیں بھلایا جا سکتا۔ طلباء و علماء کا ایک جم غفیر تھا جو

دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا' کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ آج وہ حقیقی معنوں میں یتیم ہو گئے ہیں...... عالم اسلام یتیم ہو گیا ہے' علم یتیم ہو گیا ہے۔ وہ دیکھ چلے تھے کہ علم کا ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ہم سے راستہ بدل گیا ہے جس سے عرصہ تک تشنگان علم سیراب ہوتے رہے۔ ان کے سامنے علم و عمل کا وہ چراغ بجھ گیا تھا جسکی روشنی ہزاروں' لاکھوں افراد کیلئے ہدایت کا باعث تھی۔ آج معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے جلال پر ان کا جمال غالب تھا۔ آج ان کی شفقتیں یاد آ رہی تھیں' ان کا طلباء سے اظہار محبت فرمانا' ہر سال اپنی لاکھوں مالیت کی تصانیف طلباء میں تقسیم فرمانا' انہیں قہوہ پلانا' غلطیوں پر ٹوکنا' ان سے نعتیں سننا' غریب و نادار طلباء کی مالی مدد کرنا' ہر طالب علم کو پیسے دینا وغیرہ بھلا ایسی خوبیاں کسی اور میں کہاں ہیں۔ ان خوبیوں کا حامل کوئی اور کیسے بن سکتا ہے؟ اب کہاں ایسے اساتذہ جو اپنے تلامذہ کیساتھ اس طرح پیش آئیں' اپنے بچوں کی طرح عزت کریں' انکی حوصلہ افزائی کر کے ان کو آگے بڑھائیں' آخر کار اسی مسند پر بٹھا دیں جس پر وہ خود بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام باتیں و شفقتیں و محبتیں' یادیں بن کر مزید آنسو بہانے پر مجبور کر رہی تھیں...... دل غم سے پھٹے جا رہے تھے۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کفِ دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

مالدیپ و دیگر ممالک میں حضرت شیخؒ کے انتقال پر سرکاری طور پر سوگ کے اعلانات ہوئے اور پرچم سرنگوں کئے گئے۔ اور حرم شریف میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ حضرت شیخؒ کے جنازہ میں بلا مبالغہ ہزاروں عقید تمندوں کا اجتماع تھا۔ ہزاروں ماتم گسار اور دیوانگان شوق ان غیر معمولی شخصیات کے علاوہ تھے جو ملک کے کونے کونے سے اپنے محبوب کے سفر آخرت کی دید کیلئے غیر معمولی سفر پر چلی آئی تھیں۔ اس اجتماع میں ہر رنگ نمایاں تھا' اہم اور غیر اہم کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ بس ہر ایک عظمتوں کے آخری سفر پر رنجیدہ و دل گرفتہ تھا۔ فضا میں غیر معمولی افسردگی و اداسی کے آثار نمایاں تھے' ہجوم عاشقاں تھا جو قابو سے باہر تھا' ہر طرف سر ہی سر تھے۔ اکثر لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم نے پہلی بار اتنا بڑا اور عظیم الشان جنازہ دیکھا ہے۔ مولانا جمشید صاحب دامت برکاتہم (رائیونڈ) نے جنازہ سے پہلے ایک جامع تقریر کی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے حضرت شیخؒ کا جنازہ گھر سے برآمد ہوا مگر آج وہ درس حدیث کیلئے نہیں بلکہ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا ہونے تشریف لائے تھے۔ جس چارپائی پر حضرت شیخؒ کا جنازہ تھا وہ چارپائی اپنی جگہ غم و حسرت کی تصویر تھی۔ حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ غم کی شدت انتہا ہو گئی۔ کہیں سے آواز نی چیخ

ہو جاؤ! عصر دوراں کے امام الترمذی تشریف لا رہے ہیں۔ یہ جملہ سنتے ہی نوجوان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ...... شاید یہ جملہ دلوں کو گرما گیا تھا۔ جوان کے آنسو نکل پڑے تھے۔ ہجوم عاشقان قابو سے باہر ہو گیا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اس مجتہد و عظیم علمی شخصیت کے مبارک جنازہ کو کندھا دے۔ جنازہ مقررہ جگہ پر رکھا جا چکا تو پورا ماحول ماتمی سکوت میں ڈوب گیا۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ نے جب نماز جنازہ شروع کروائی تو ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے' آہوں اور سسکیوں کا غبار دلوں کی دھڑکنیں تیز کرتا گیا...... نماز جنازہ کے بعد جنازہ...... "دیدار عام" کیلئے رکھ دیا گیا۔

عکس جمال یار بھی کیا تھا کہ دیر تک آئینے طوطیوں کی طرح بولتے رہے

انتقال کے بعد ان کا معصوم' مسکراتا ہوا پرنور چہرہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ وہ حسین خاموش چہرہ دیکھنے والوں کو اپنی اس خاموشی میں بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

نہیں منت کشِ تاب شنیدن داستاں میری خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

جنازہ ٹرک کے ذریعہ آخری آرام گاہ کیطرف لے جایا جانے لگا۔ موٹروں' بسوں' رکشاؤں' موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کا ایک لمبا جلوس ہو گا۔ جنازہ کے ٹرک کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں۔ ایک عاشقِ نبی کریم ﷺ کا جنازہ' قافلہ شوق کے دوش پر بڑھتا ہی گیا۔ جنازہ پہنچنے سے پہلے ہی بیشمار لوگ میانی قبرستان میں راستے کے دونوں طرف سڑک سے لحد تک دھوپ میں غمزدہ بت بنے کھڑے تھے۔ سلطان علم کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا' ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں...... ہر دل سے آہیں اٹھ رہی تھیں۔ کئی زبانیں اعلان کر رہی تھیں "اب ہمارا کیا بنے گا" کون ہمارے سروں پر دست شفقت رکھے گا؟ اب کون ہمارے لئے خلوص کیساتھ دعائیں کرے گا؟

ایاشیخ الشیوخ ۔ اذھب فلست بغائب عنا۔ اے شیخ شیوخ! جایئے سفر آخرت پر' آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ وکیف وفیضُ علمک لم یزل کالمزن یسجمنا۔ اور کیونکر غائب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کا علمی فیض سارا ہم پر بادل کی طرح برستا ہے اور برستا رہیگا۔

سقاک سحائب الرضوان والغفران والحسنی۔ دعا ہے کہ آپ کو سیراب کرے رضوان اللہ' مغفرت اور نیکی کے بادل وآتاک القصور بجنة الفردوس سلھمنا اور رب ملہم آپ کو جنت الفردوس میں عالیشان محلات نصیب فرمائے۔

حضرت شیخؒ جیسے لوگ آئے دن پیدا نہیں ہوتے' یہ لوگ خاص ماؤں کی کوکھ سے جنم لیتے'

خاص آغوش میں پلتے، خاص کندھوں پر کھیلتے، خاص لقموں سے نمو دپاتے، خاص نظروں میں رہتے، خاص دعاؤں سے پروان چڑھتے اور خاص و عظیم کاموں کیلئے تربیت دیئے جاتے ہیں۔ ان کیلئے فلک کو صدیوں گردش کرنی پڑتی ہے۔ آسمان خاک چھان کرانہیں ڈھونڈتا ہے۔ ان موتیوں کیلئے صدف کو برسوں گہرے سمندروں میں مراقبہ کرنا پڑتا ہے۔ ان دیدہ وروں کیلئے نرگس کو بہت آنسو بہانے پڑتے ہیں۔ یہ افراد رب کائنات کیطرف سے اہل زمین کیلئے خاص تحفہ ہوتے ہیں۔ یہ لاکھوں دعاؤں کا نتیجہ، ہزاروں آہوں کا اثر اور سینکڑوں ذہنوں کا عطر ہوتے ہیں۔ انکی فکر سے دماغ جلا پاتے اور انکی صحبت سے حسن عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ پھر آج کیوں حضرت شیخؒ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت ہورہے ہیں؟ اسی لمحے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا کہ حضرت شیخؒ مر نہیں سکتے، جب تک یہ جہاں باقی ہے چمنستان علم کے "باسی" زندہ ہیں۔ تاریخ زندہ ہے۔ حضرت شیخؒ کی خدمات بھی زندہ رہینگی۔ حضرت شیخؒ کا فیض بھی زندہ رہے گا۔ حضرت شیخؒ بھی زندہ رہیں گے۔ تاریخ بن کر لوگوں کے دلوں میں کیونکہ وہ عالم بے مثل اب علم بے مثل بن جائیگا۔

خوابیدہ اس شرر میں تھے آتش کدے ہزار
تیری لحد پہ کھیں جاوداں گلاب کے پھول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل یاد

اس وقت دنیا کے مسلمان عید میلادالنبیؐ منارہے ہیں، اگر حضور اکرمؐ کے بعد کسی بھی نبوت و رسالت کا کوئی بھی واضح یا مبہم دعویٰ تسلیم کرنے کیلئے ہم قطعاً تیار نہیں ہیں، جیسا کہ ہمارا **عقیدہ** اور ایمان ہے تو اسی طرح ہم خود بخود قیامت تک حضورؐ کی تعلیمات مقدسہ اور سیرت مطہرہ کی اہمیت اور ضرورت پر بھی مہر لگالیتے ہیں۔ حضورؐ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب اور دجال ہے تو اس سے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ آج کی پرظلمت دنیا کی روشنی اور ہدایت بھی حضور اقدسؐ کے قول و عمل اور اخلاق و کردار سے ہی ہوسکتی ہے، جسے ہم سیرت کا نام دیتے ہیں۔ مگر کیا یہ حق صرف دوچار دن کے جلسے جلوسوں، چراغاں اور آرائشی دروازوں سے ادا ہوجاتا ہے۔ افسوس کہ عمل اور کردار سے عاری قوموں کی طرح مسلمان بھی صرف ان ظاہری اور رسمی رسومات میں اپنے لئے سامان تسکین ڈھونڈرہے ہیں۔ حضورؐ کی اصل یاد تو یہی تھی کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ ہر عمل اور ہر سانس سیرت کا عملی نمونہ بن جاتا۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہزار بار ہم اپنی آبادیوں کی ہر اینٹ کو چراغاں سے روشن کیوں نہ کردیں ہمارے قلوب سیاہ اور عمل و کردار کی دنیا اجڑی رہے گی۔ (اقتباس "اسلام اور عصر حاضر" حضرت مولانا سمیع الحق صاحب)